''کینیڈا میں نسل پرستی نامنظور!''

یہ تحریر پڑھنے والے سب قاری اور ہر انسان اس بات سے متفق ہوں گے کہ نسل پرستی جہاں جہاں بھی ہو، ہر انسان کو نا منظور ہونا چاہیئے۔ لیکن ہم آج بالخصوص کینیڈا پر گفتگو کریں گے۔ اس کی وجہہ یہ ہے کہ ہم کینیڈا کی انسانی حقوق کی اقدار اور روایات پر فخر کرنے والے شہریوں میں شامل ہیں۔ انسانی ترقی اور انسانی حقوق کے ہر اشاریہ میں کینیڈا صفِ اول کے ملکوں میں شمار ہوتا ہے۔ اور اس نے گزشتہ صدی میں ان معاملات میں قابلِ قدر ترقی کی ہے، اور دنیا بھر کے انسانوں کو سکون سے رہنے کے مواقع فراہم کیئے ہیں۔

اس کے باوجود اس مہذب ملک کے ماتھے پر اب بھی نسل پرستی کی کلنک کا ٹیکا لگا ہوا ہے۔ یہاں آج بھی اس کے اولین مقامی باشندوں کے معاملے میں، جنہیں یہاں Natives اور فرسٹ نیشن First Nation کہا جاتا ہے، کینیڈا بد قسمتی سے انسانی حقوق کے بارے میں بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ کینیڈا دراصل ان اقوام ہی کی زمین پر قائم ایک ملک ہے، جن سے جبر، زور، اور اسلحہ کی بنیاد پر ان کی زمینیں ظالمانہ طور پر چھینی گئی تھیں، یا ان کے ساتھ بد نیتی پر مبنی ایسے معاہدہ کیئے گئے تھے جو ان کے خلاف تھے۔ یہ معاہدے انگریزی زبان میں Treaty کہلاتے ہیں۔ اسی طرح رفتہ رفتہ انہیں سکیڑ کر اور دھکیل کر ایسے علاقوں مخصوص علاقوں میں محدود کر دیا جن کے لیئے انگریزی زبان میں Reserve کی نسل پرستانہ اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ کینیڈا اور امریکہ کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ان اولین شہریوں کی بے دردانہ نسل کشی بھی کی گئی اور انہیں ان کے وسائل سے بھی غاصبانہ طور پر محروم کیا گیا۔ ان کے بچوں کو جبراًان کے ماں باپ سے چھین کر ایسے عیسائی مدرسوں میں بھیجا گیا جہاں انہیں جبراًان کی اپنی تہذیب سے مختلف تہذیب سکھائی جائے، ان مدارس میں ان پر تشدد بھی کیا گیا، جس کی بازگشت آج بھی سنائی دیتی ہے، اور اس کے بارے میں اعلیٰ عدالتوں میں مقدمات چلتے رہتے ہیں۔ ان اسکولوں کو Residential School، یا رہائشی اسکول کہا جاتا ہے۔ کینیڈا کی بعض حکومتوں نے نادم ہو کر اس ظلم پر معافی بھی مانگنے کی کوشش بھی کی ہے، جو بسا اوقات زبانی جمع خرچ پر ختم ہو جاتی ہے۔

ان معاملات کے نتیجہ میں یہ باشندے معاشی پسماندگی کے کبھی ناختم ہونے والے چکر میں پڑ گئے۔ انہیں نشہ کی عادت ہوئی، اور اپنی زندگی گزارنے کے لیئے انہیں جرائم کا سہارا لینا پڑا۔ حال ہی میں شائع ہونے والی ایک تحقیقی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ گو کینیڈا کے 'مقامی' باشندے کینیڈا کی آبادی کا صرف چار فی صد ہیں، لیکن کینیڈا کی وفاقی جیلوں میں ان کا تناسب چوبیس فی صد سے بھی زیادہ ہے۔ اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

حال ہی میں کینیڈا کی سپریم کورٹ کے سابق اور ممتاز جسٹس Frank Iacobucci، فرینک ایا کا بوچی نے ایک بہت دردمندانہ رپورٹ شائع کی ہے جس پر انہوں نے ایک سال سے زیادہ تحقیق کی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ عدالتی نظام میں ان کے پچاس سالہ تجربہ کے دوران، مقامی باشندوں کے بارے میں جن دو چیزوں نے انہیں بہت نالاں کیا، وہ رہائشی اسکولوں کا معاملہ، اور کینیڈا کے مقدمات کی جیوریوں Juries میں مقامی باشندوں کی انتہائی قلیل اور غیر متناسب نمائندگی ہے۔ ایک سو اٹھاون صفحات پر مشتمل اپنی رپورٹ میں انہوں نے بے لاگ و لپٹ تحریر کیا ہے کہ کینیڈا کے نظامِ قانون میں، مقامی باشندوں کے ساتھ منظمانہ تعصب برتا جاتا ہے۔

ابھی حال ہی میں کینیڈا کے ممتاز جریدہ Maclean's نے اپنے سرِ ورق پر مبنی ایک مفصل رپورٹ شائع کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کینیڈا کے صوبہ 'مینیٹوبا' کا دارالخلافہ 'ونی پیگ'

کینیڈا مین بدترین نسل پرستی کا نمائندہ ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ معاملہ کینیڈا کے صوبوں، البرٹا، سسکیچوان، اور مینیٹوبا میں پھیلا ہوا ہے جہاں، مقامی باشندوں کے ساتھ بدترین تعصب برتا جاتا ہے۔ اس رپورٹ کی بنیاد ایک پندرہ سالہ بچی Tina Fontaine کی موت پر مبنی ہے جسے جنسی تشدد کے بعد ہلاک کر کے اس کی لاش پلاسٹک کی ایک بوری میں بند کر کے دریا میں پھینک دی گئی تھی۔

اس واقعات کے بعد کینیڈا میں اور خصوصاًونی پیگ میں نسل پرستی کے بارے میں معاملات شدت کے ساتھ منظرِ عام پر آنے لگے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ گزشتہ سال ونی پیگ سے جاری ہونے والے نسل پرستانہ اور مقامی باشندوں کے بارے میں متعصّبانہ Tweeter پیغاموں کی تعداد کینیڈا میں سب سے زیادہ تھی، اور مینیٹوبا کا صوبہ 'نفرت پر مبنی جرائم' Hate Crimes کے معاملہ میں دوسرے نمبر پر تھا۔

دنیا بھر میں جہاں جہاں بھی نسلی تعصب عام ہے وہاں اس تعصب کے شکار لوگوں کو ہی اس کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہم پاکستان میں بنگالیوں، سندھیوں، بلوچیوں کو خود ان ہی کی پسماندگی کا ذمہ دار قرار دیتے رہے ہیں۔ اسی طرح کینیڈا میں بھی مقامی باشندوں کو ہی ان کی پسماندگی کے لیئے مطعون کیا جاتا ہے۔ اس میں ہم آپ یعنی کینیڈا کے پاکستانی اور مسلمان برابر کے شریک ہیں۔ کیونکہ ہم متعصبانہ نسلی تناسب کے بارے میں راسخ العقیدہ ہیں۔

کینیڈا کے اولین شہریوں کی خواتین جنسی تشدد کا سب سے زیادہ شکار ہیں۔ بار ہا ان کی لاشیں ویران مقامات سے ملتی ہیں، اور چند دن کے شور شرابے کے بعد بات یا تو خود دب جاتی ہے یا دبائی دی جاتی ہے۔

کینیڈا کا یہ بدترین اور ظالمانہ نسلی تعصب صرف اولین شہریوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ یہاں کے سیاہ فام بھی کے اسی طرح سے شکار ہیں جیسے کہ امریکہ میں۔ سیاہ فاموں کے ساتھ تعصب کینیڈا کے چھوٹے بڑے شہروں میں ایک ہی طرح سے عام ہے، یہ تعصب معیشت میں، عدالتی نظام میں، اور امن وامان کے معاملات میں شدید ہے۔ ہم اور آپ گزشتہ دنوں مختلف امریکی شہروں، نیویورک، فینیکس، اور فلوریڈا میں پولس کے ہاتھوں ہلاک ہونے والوں کے معاملہ پر ہنگاموں سے آگاہ ہیں۔ لیکن ہمیں یہ خبر نہیں ہے کہ خود ہمارے شہر ٹورونٹو میں پولس کے ہاتھوں ہلاک ہونے والوں میں زیادہ تعداد سیاہ فاموں یا اقلیتوں کی ہوتی ہے۔ اسی طرح سیاہ فاموں کے خلاف 'نفرت پر مبنی جرائم' کی تعداد، یہاں بہت زیادہ ہے۔

گزشتہ دنوں سیاہ فاموں کے خلاف تعصب اس معاملہ میں بھی سامنے آیا جسے Carding کا نظام کہتے ہیں۔ اس کے ذریعہ یہاں کی پولس کسی بھی شہری کو روک کر چاہے اس نے کوئی جرم نہ بھی کیا ہو، شخصی معلومات حاصل کر کے رپورٹ کارڈوں پر درج کرتی تھی۔ روکے جانے والے شہریوں میں سیاہ فاموں کی اکثریت ہوتی ہے۔ اس معاملہ پر احتجاج کے بعد ٹورونٹو کے پولس چیف کو یہ پالیسی تبدیل کرنا پڑی، لیکن ابھی اس تبدیلی پر پوری طرح عمل نہیں ہو رہا۔

بدقسمتی سے سیاہ فاموں کے معاملہ میں بھی پاکستانیوں، اور مسلمانوں کا رویہ غیر ہمدردانہ اور تعصّبانہ ہے۔ اس کی وجہ ہماری وہ متعصّبانہ ذہنیت ہے جس کا اظہار ہم بسا اوقات امریکہ میں مقیم ایک مزاحیہ شاعر کے ہاں بہت دیکھتے ہیں، جو اپنی شاعری میں اکثر 'کالوں'، اور 'کالیوں' کو مضحکہ طور پر پیش کر کے عام لوگوں کو محظوظ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہم پاکستانیوں میں اور مسلمانوں میں یہ متعصّبانہ ذہنیت یوں بھی راسخ رہتی ہے کہ ہمارے اہلِ قلم اس موضوع پر یا اس کی اصلاح پر دھیان نہیں دیتے۔ کینیڈا اور شمالی امریکہ کے اردو لکھنے والوں میں جن اہلِ قلم نے اس مسئلہ پر توجہ دی ہے ان میں ممتاز مصنفین تسنیم سید، ڈاکٹر خالد سہیل اور جاوید دانش اہم ہیں۔ ہم ان مسائل کو جب ہی سمجھ سکتے ہیں جب ہم مقامی باشندوں اور سیاہ فاموں کی ثقافت، تاریخ، ادب اور فن سے آگاہ ہوں۔ اس ضمن میں تسنیم سید نے گزشتہ سال اولین شہریوں کی اہم شاعری کا انتخاب شائع کیا تھا، اور اب وہ ان کی خواتین شعرا کی شاعری کے تراجم کے لیئے کوشاں ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر خالد سہیل، اور جاوید دانش نے سیاہ فاموں پر اپنی شاعری، خود ان کی شاعری، اور ان کے معاملات پر 'کالے جسموں کی ریاضت' کے عنوان سے ایک اہم مجموعہ شائع کیا تھا۔ بدقسمتی سے ہمارے عام قاری ان موضوعات سے درگزر کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ کم از کم کینیڈا اور امریکہ میں تسنیم سید، اور خالد سہیل کے بعد دیگر اہلِ قلم بھی اس اہم موضوع پر توجہ کریں گے، تاکہ نہ صرف ہماری ذہنیتوں میں تبدیلی ہو بلکہ ان مسائل سے آگاہ ہونے کی بنیاد پر ہم سب کینیڈا میں نسلی تعصب کے ظالمانہ نظام کے خلاف جدو جہد میں شامل ہو سکیں۔

آخر میں ایک بار پھر ممتاز جسٹس ایا کا بوچی کا حوالہ پیش ہے جنہوں نے اس طرح لکھا ہے کہ، 'اگر ہم ان معاملات پر سنجیدگی سے توجہ نہیں دیں گے، تو میرے خیال میں ہم بھی اس ظلم میں نادانستہ طور پر شریک رہیں گے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم مقامی باشندوں کو آخر کب تک غیر ذی روح اشیا کے طور پر دیکھتے رہیں گے۔ کینیڈا میں مقامی باشندوں کے خلاف منظّم غیر منصفانہ عدالتی نظام ہو، یا غیر منصفانہ معاشی نظام ہو، ہمیں اس کے خلاف جدو جہد کرنا ہوگی، گو اس کے تدارک میں کتنا ہی وقت کیوں نہ لگے۔' آیئے ہم سب بھی جسٹس ایا کا بوچی کی آواز میں آواز ملا کر کہیں کہ، ''ہمیں کینیڈا میں نسل پرستی نامنظور ہے''۔